التقریظ والانتقاد

مجموعہ قوانین اسلام جلد سوم

سعید احمد اکبر آبادی

از:۔ جناب تنزیل الرحمٰن تقطیع کلاں ضخامت ۳۸۴ صفحات کاغذ اور ٹائپ اعلیٰ قیمت مجلد -/15

پتہ:۔ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد (مغربی پاکستان)

اس کتاب کی پہلی دو جلدیں جو نکاح اور طلاق کے مسائل پر مشتمل تھیں۔ برہان میں ان پر تبصرہ ہو چکا ہے۔ یہ کتاب کی تیسری جلد ہے جو پانچ ابواب نسبِ اولاد۔ حضانت۔ اولاد اور آباؤ اجداد کا نفقہ۔ ہبہ۔ اور وقف پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں بھی فاضل مولف کا طریق بحث وگفتگو وہی ہے جو سابقہ جلدوں میں تھا یعنی پہلے دفعات کی شکل میں نفس مسئلہ اور اس کی تشریح اس کے بعد اس مسئلہ میں ائمہ فقہا کا جو اختلاف ہے وہ مع دلائل وبراہین کے پھر اس مسئلہ میں ممالک اسلامیہ کے ہاں الگ الگ جو قانون ہے اور خود پاکستان میں جو نظائر ہیں ان کو تحریر کرتے اور آخر میں ان سب پر محاکمہ کر کے تجویز کی شکل میں اپنی رائے قلمبند کرتے ہیں۔ زبان شگفتہ اور سلیس طرز بیان واضح اور سلجھا ہوا ہے اور ایک بات بھی بغیر مستند حوالہ کے نہیں ہے۔ جہاں تک مسائل اور امورِ زیر بحث کی تحقیق وتنقیح کا تعلق ہے اس میں شبہ نہیں فاضل مولف نے کوئی کسر اٹھا کر نہیں رکھی ہے اور اس بنا پر ہندو پاک میں ان کا کام اپنی نوعیت میں پہلا ہے۔ رہے مولف کے اپنے افکار وآرا تو ظاہر ہے جب آج تک کسی مسئلہ میں فقہا کا اتفاق نہیں ہوا تو اب کیونکر ہو سکتا ہے۔ تاہم علمار کرام کے لئے یہ امر باعث اطمینان ہونا چاہیئے کہ جسٹس ایس۔ اے رحمٰن ایسے معتدل اور متوازن شخص نے مولف کو اجتہاد کے بجائے قدامت پسندی کی طرف زیادہ مائل ہونے کا "طعنہ"

دیا ہے۔ (ص ۲۷۶) بہرحال بعض مقامات پر اختلاف ہمیں بھی ہے۔ مثلاً اکثر مدتِ حمل کے باب میں جناب مولف نے حضرت عائشہؓ کی روایت کی بنیاد پر احناف کے مذہب یعنی دو برس کو ترجیح دی ہے۔ تعجب ہے موصوف نے پوری بحث میں کہیں قرآن کی آیت حملہ وفصالہ ثلاثون شہراً کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ ہماری رائے میں اس بحث میں اس آیت کو ہی مدار بحث ہونا چاہیے عربی زبان کے قاعدے کے مطابق اس آیت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں (۱) ایک یہ کہ حمل اور شیرخوارگی دونوں کی مدت الگ الگ ڈھائی برس ہے (۲) اور دوسرا یہ کہ حمل اور شیرخوارگی دونوں کی مجموعی مدت ڈھائی برس ہے۔ پہلا مطلب چونکہ تجربہ ومشاہدہ عرف وعادت اور طب کے خلاف ہے اس بنا پر دوسرا مطلب ہی قابلِ قبول ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ آیت میں ڈھائی برس کا ذکر مدت معین کے حصر کے لئے نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن کی بعض اور آیات میں بھی ہے۔ بلکہ مقصد حمل اور شیرخوارگی کی تقریبی مدت کا بیان ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ از روئے قرآن ان دونوں کی مدت ڈھائی برس سے کم بھی ہو سکتی ہے اور زیادہ بھی! اسی بنا پر اس آیت سے بطور دلالۃ النص کے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ شریعت (قرآن) نے از خود کوئی مدت معین نہیں کی ہے۔ بلکہ چونکہ یہ معاملہ خیر وشر اور سزا وجزا کا نہیں تھا اس لیے اس کو فقہائے امت کے حوالہ کر دیا ہے کہ وہ علم وتجربہ مشاہدہ اور عرف وعادت کی روشنی میں اس کی مدت مقرر کریں چنانچہ قرآن میں ایک اور جگہ جہاں حمل کا ذکر ہے اس کی مدت کو معین نہیں کیا گیا۔ بلکہ مبہم چھوڑ دیا گیا ہے۔ وہ آیات یہ ہیں: الم نخلقکم من ماء مھین فجعلناہ فی قرار مکین الی قدر معلوم ہ اور یہی وجہ ہے کہ امام مالک امام احمد بن حنبل اور دوسرے فقہا نے اکثر مدتِ حمل کا جو تعین کیا ہے وہ اپنے اپنے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں کیا ہے۔ امام مالک سے جب حضرت عائشہؓ کی روایت کا ذکر کیا گیا جس میں دو برس کا ذکر ہے تو امام عالیمقام نے فرمایا سبحان اللہ۔ یہ کون کہتا ہے۔ ہماری ایک پڑوسن چار برس تک حاملہ رہی ہے۔ اسی قسم کے اقوال امام شافعی امام احمد بن حنبل سے ائمہ فقہا میں اور صحابہ میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے منقول ہیں۔ مولوی

تنزیل الرحمٰن صاحب نے اپنے استدلال کی تمام تر بنیاد حنفی مسلک کے اتباع میں حضرت عائشہ کے قول پر رکھی ہے جس کو ایک خاتون جمیلہ بنت سعد نے نقل کیا ہے۔ لیکن اس روایت کی حیثیت یہ ہے کہ یہ مرفوع نہیں۔ موقوف ہے علاوہ ازیں حضرت عائشہ کی یہ عادت مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی کوئی بات جب کبھی بیان فرماتی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ ضرور دیتی ہیں لیکن اس روایت میں ایسا کوئی حوالہ موجود نہیں ہے اس بنا پر اغلب یہ ہے کہ یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے بلکہ حضرت عائشہ طب سے خوب واقف تھیں اور اس قسم کے معاملات کے متعلق ان کا علم بھی اس درجہ وسیع تھا کہ اکابر صحابہ ان سے مشورہ کرتے تھے۔ اس بنا پر قول زیر بحث ان کی ذاتی رائے ہے جو ان کے اپنے علم و تجربہ اور مشاہدہ پر مبنی ہے علاوہ ازیں ہم کو اس سے کبھی اتفاق نہیں ہے کہ کسی صحابی کا منفرد قول ہر حال میں حجت ہو گا۔ اس پر شبہ نہیں کہ صحابی خواہ کسی مرتبہ یا درجہ کا ہو۔ بہر حال اس کی طرف دروغ بیانی کی نسبت نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ سب صحابہ اپنی ذہانت استعداد فہم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرف صحبت و معیت کے اعتبار سے یکساں حیثیت اور مرتبہ کے نہیں تھے۔ اس بنا پر اگرچہ کسی صحابی کو کاذب نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن ان کے متعلق غلط فہمی کا شبہ ضرور کیا جا سکتا ہے

فاضل مؤلف نے اپنے استدلال کے سلسلہ میں ایک عجیب بات یہ بھی لکھی ہے کہ یہ حدیث (حضرت عائشہ) اگرچہ موقوف ہے۔ لیکن حکم میں مرفوع کے ہے۔ کیونکہ مقادیر کا تعین قیاس پر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ موقوف علی الوحی ہے (ص ۸۵) یہ صحیح ہے کہ مقادیر کا تعین قیاس پر نہیں ہو سکتا۔ لیکن کون سے مقادیر؟ یہ وہ مقادیر شرعیہ ہیں جن کے بغیر کوئی فرض عبادت منصوص فی القرآن ادا ہی نہ ہو سکتا ہو۔ مثلاً نماز میں مقادیر رکعات۔ زکوٰۃ میں نصاب کی مقدار اور حج میں طواف اور سعی کے لئے سات کی مقدار۔ ان مقادیر شرعیہ کا حکم سے یہ شبہ یہ ہے کہ اگرچہ ان کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کی حیثیت

منصوصات قرآنی کی ہے اور اسی لئے فرض یا واجب ہیں اور ان میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی لیکن حمل وغیرہ کی مدت مقادیر کی اس قسم میں داخل نہیں قرآن میں اقل مدت حمل پر تو دلالت ہوتی ہے۔ لیکن اکثر مدت کی تحدید پر کوئی اشارہ بھی نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول بھی موجود نہیں۔ حضرت عائشہ نے جو کچھ فرمایا وہ ان کی ذاتی رائے ہے۔ یہ حالات اس امر کا قرینہ ہیں کہ مسلمانوں کے ارباب علم وفضل۔ علم تجزیہ اور مشاہدہ کی روشنی میں مدت زیر بحث کا تعین کر سکتے ہیں۔ ان وجوہ کے باعث ہمارے نزدیک ایک حضرت عائشہ کے قول پر ہی انحصار کر لینا درست نہیں ہے اور اس میں طبعی اور غیر طبعی مدت کا فرق اور ہر مدت کے لئے ثبوت نسب کے سلسلے میں الگ الگ احکام بھی ہونے چاہئیں۔

نوائے عصر:۔ از جناب یحییٰ اعظمی تقطیع کلاں اعلیٰ طباعت قیمت -/۳
پتہ:۔ دار المصنفین۔ اعظم گڈھ۔ یو۔پی۔

جناب یحییٰ اعظمی اردو زبان کے کہنہ مشق اور صاحب فن شاعر ہیں۔ وطنی تعلق سے مولانا شبلی اور اقبال سہیل دونوں سے کسب فیض کیا ہے۔ اس بنا پر موصوف کے کلام میں وہی روانی تسلسل شگفتگی اور صحت زبان وبیان کا وہی اہتمام ہے جو ان دونوں بزرگوں کی شاعری میں نظر آتا ہے۔ آپ کے صاحب فن ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ مشاعرہ کے شاعر نہیں ہیں۔ پہلے "نوائے حیات" کے نام سے کلام کا ایک مجموعہ شائع ہو کر ارباب نظر سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔ اب یہ دوسرا مجموعہ ہے جس میں قومی اور ملی مسائل پر نظمیں ہیں اور یاد رفتگاں کے زیر عنوان بعض اکابر ملک وقوم کے مرثیے بھی ہیں۔ ہماری شاعری کا قدیم آہنگ ورنگ جو اب دستبرد زمانہ کے ہاتھوں ایک برگ خزاں دیدہ بنتا جا رہا ہے۔ یہ نظمیں اس کی مکمل آئینہ دار اور بہترین ترجمان ہیں۔ امید ہے کہ شعر وادب کا سنجیدہ ذوق رکھنے والے اصحاب اس کی قدر کریں گے۔